الطاف حسین حالؔی کی نظم "نشاطِ امید" میں مستعمل تلمیحات کا توضیحی مطالعہ

شاہ خالد: (اسسٹنٹ پروفیسر، اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ جہانزیب کالج سیدو شریف سوات)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عباس: (پروفیسر، شعبۂ اردو، اسلامیہ کالج پشاور)

Abstract

Altaf Hussain Hali, a prominent literary figure in Urdu literature in the late 19th century is well-reputed and renowned for using the literary device of allusion in his poetry which adds further depth and richness to his poetry on the one hand while rendering his works complex and intricate on the other. By employing numerous allusions to remarkable historical events, classical literature, and religious texts and traditions, the poetry of Hali stands tall over his contemporaries. The current research delves deep into his use of allusion in his popular poem Nishat e Ummeed exploring and analysing the different perspectives and purposes of poet behind using this complex literary device.

Keywords

Allusion, literary device, Classical literature, historical events, religious texts, research

کلیدی الفاظ: تلمیح، ادبی صنعتیں، کلاسیکی ادب، تاریخی واقعات، مذہبی واقعات، تحقیق

تلمیح عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں: "کلام میں کسی قصہ کی طرف اشارہ کرنا[۱]، اچٹتی نگاہ ڈالنا[۲]، نمک ڈالنا، خوش مزہ بنانا[۳]، Allusion اشارے کنایے کا علم، واضح طور پر نہ کہی گئی چیز کی طرف اشارہ، بالواسطہ یا بر سبیل تذکرہ تجویز، درپردہ حوالہ، اشارہ، کنایہ، ایما، رمز، تلمیح[۴]، کلام یا بیان میں کسی معروف واقعہ یا متن یا شخص کی طرف اشارہ کرنا[۵]۔

اصطلاحی معنوں میں تلمیح سے مراد ہے کلام میں کسی آیتِ قرآنی یا حدیث نبوی ﷺ، مشہور تاریخی واقعہ یا علمی اصطلاح کو کلام میں لانا تلمیح کہلاتا ہے[۶]۔ اچٹتی نگاہ ڈالنا، کلام میں کسی مشہور مسئلے، حدیث، آیت قرآنی، قصے یا اصطلاح علمی وفنی وغیرہ کی طرف اشارہ کرنا جس کو سمجھے بغیر مطلب واضح نہ ہو[۷]۔

درج بالا تمام تعریفوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ لغوی اور اصطلاحی لحاظ سے تلمیح کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ شاعر کا کلام میں کسی تاریخی واقعے، قصے، کہانی، قرآنی آیت یا حدیث کی طرف اشارہ کرنا تلمیح کہلاتی ہے۔

اردو شاعری کی تاریخ میں الطاف حسین حالؔی پہلے واحد شاعر ہیں جنھوں نے اردو شاعری کو روایتی انداز، بازاری اور

عامیانہ پن سے نکال کر زندگی کے بنیادی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد مسلمانانِ ہند تنزلی اور مایوسی کا شکار ہو گئے تھے۔ خود الطاف حسین حالؔی نے بھی غدر کی مصیبتیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور برداشت کیں۔ انھیں مسلمانانِ ہندوستان کی زبوں حالی اور بے راہ روی کا شدت سے احساس تھا اس لیے وہ اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانانِ ہند کو اسی زبوں حالی اور مایوسی سے نکالنے کے لیے متحرک ہو گئے۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر سید تقی عابدی اپنے ایک مضمون ''حالؔی کی روایتی شاعری کا تجزیہ'' میں لکھتے ہیں:

> ''حالؔی نے غمِ دل کو بیچ کر غمِ دوراں اور غمِ انسان خریدا۔ نفس نے غیرت دلائی ۔حیوانِ ناطق ہونے کا دعوی کرنا اور خدا کی دی ہوئی زبان سے کچھ کام نہ لینا شرم کی بات ہے۔ روایتی شاعری سے افادیتی شاعری کی طرف رجحان منتقل ہوا۔[۸]

الطاف حسین حالؔی کو اپنے وطن کے ساتھ سچی محبت اور گہری وابستگی تھی۔ اس لیے وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں زندگی کی تڑپ اور بیداری پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ انھوں نے مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، سیاسی اور سماجی اصلاح کے لیے کئی مشہور نظمیں جیسے ''مسدس مدوجزر اسلام''، ''نشاطِ اُمید''، ''حبِّ وطن''، ''شکوۂ ہند'' وغیرہ لکھیں۔ جن میں انھوں نے مسلمانوں کو خوابِ خرگوش سے بیدار کرنے کے لیے اسلاف کے کارناموں اور اسلامی تعلیمات کا شدت سے ذکر کیا ہے۔ وطن سے والہانہ محبت کے بارے میں عبدالقوی دسنوی لکھتے ہیں:

> ''حالؔی اردو کے پہلے باضابطہ محبِّ وطن دانشور ہیں جنھوں نے اپنی شاعری اور نثر کو اپنے وطن سے محبت کے سچے جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔۔۔۔۔ اسی لیے اس کے زوال سے مضطرب، اس کی بے بسی سے پریشان، اس کی غلامی سے فکر مند اور اس کے افراد کی بے عملی اور بے راہ روی سے افسردہ اور رنجیدہ رہنے لگے تھے۔''[۹]

''نشاطِ اُمید'' الطاف حسین حالؔی کی مشہور اور بہترین نظموں میں سے ایک ہے۔ جسے انھوں نے مسلمانوں کو نااُمیدی کے دلدل سے نکالنے کے لیے ۱۸۷۴ء میں لاہور کے ایک مشاعرے میں پڑھی۔ اُناسی (۷۹) اشعار پر مشتمل یہ طویل نظم الطاف حسین حالؔی نے مثنوی ہیئت میں لکھی۔ اس نظم میں مولانا حالؔی نے مختلف قسم کی تشبیہات، استعارات اور تلمیحات کا سہارا لے کر مسلمانوں کو ناامیدی اور مایوسی سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ اسی نظم کے بارے میں ڈاکٹر سید تقی عابدی لکھتے ہیں:

> ''حالؔی کی یہ نسبتاً طویل مثنوی عنوان کے گرد گردش کرتی نظر آتی ہے۔ مثنوی کیا ہے ایک گلدستہ ہے ۔جس میں خیالات، جذبات ،واقعات، تلمیحات ،استعارات، تشبیہات، محاورات کو سلیقے اور رنگینی سے نرم خوش رنگ، الفاظ کی ڈور سے باندھا گیا

ہے، تاکہ خیالوں کے پھول ایک دوسرے سے الگ رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے
سے بندھے رہے۔"(۱۰)

نظم میں الطاف حسین حالؔی نے تمہید کے بعد تاریخی واقعات، اشارات اور تلمیحات کا ذکر بہترین انداز میں کیا ہے، جو پوری نظم کی زینت بن گئی ہیں۔ ان کی شاعری میں نوحؑ کی کشتی، چاہِ یوسف، رام، پانڈو، قیس، فرہاد وغیرہ کی تلمیحات استعمال ہوئی ہیں۔

حضرت نوحؑ کی کشتی:

نوحؑ کی کشتی کا سہارا تھی تو
چاہ میں یوسفؑ کی دل ارا تھی تو

اس شعر میں الطاف حسین حالؔی نے دو تلمیحات بیان کی ہیں۔ ایک نوح علیہ السلام کی کشتی اور دوسری حضرت یوسف علیہ السلام کا کنویں میں ڈالنا۔ نوح علیہ السلام نے کشتی بناتے وقت امید کے سہارے صبر واستقلال سے کام لیا جب کہ یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تو انھوں نے امید کا سہارا لیا اور صبر واستقلال سے کام لیا۔ اسی امید اور صبر و استقلال کے سبب اللہ تعالی نے دونوں نبیوں کو کامیابی نصیب فرمائی۔

حضرت نوحؑ اللہ تعالی کے ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔ آدمِ ثانی کے لقب سے ملقب تھے۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں دسویں پشت پر آتے ہیں۔ حضرت نوحؑ سے پہلے سارے لوگ اللہ تعالی کو وحدہ لاشریک مانتے تھے اور صرف اللہ تعالی ہی کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن جب قوم کے یہ نیک لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے تو شیطان کے لیے راہ ہموار ہوگئی۔ اس مردود نے آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر اللہ تعالی کی بندگی سے غافل کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے شیطان کے کہنے پر ان صالحین کی تصاویر اور مجسمے بنا کر ان کی پوجا شروع کی۔ اسی وقت اللہ تعالی نے قوم کی اصلاح کے لیے اور اس قوم کو دین کی طرف راغب کرنے کے لیے حضرت نوحؑ کو نبی بنا کر بھیجا۔ لیکن یہ قوم اتنی بگڑ چکی تھی کہ ایک روایت کے مطابق تقریباً ۹۰۰ سال تک حضرت نوحؑ نے اسی قوم کو وعظ و نصیحت کی لیکن اس کے باوجود اس سرکش قوم پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ۹۰۰ سال کی محنت اور تگ و دو کرتے ہوئے صرف ۸۰ کے قریب لوگ حضرت نوحؑ پر ایمان لائے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس سرکش اور نافرمان قوم سے مایوس ہو کر تنگ آگئے تو اللہ تعالی سے ان پر عذاب نازل کرنے کی درخواست کی۔ قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کی درخواست ان الفاظ میں بیان کی ہے:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى ٱلْأَرْضِ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ دَيَّارًا ٢٦ إِنَّكَ

إِن تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّواْ عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوٓاْ إِلَّا فَاجِرٗا كَفَّارٗا ٢٧ (۱۱)

ترجمہ: اور کہا نوح نے اے میرے رب نہ چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا۔
بے شک تو اگر چھوڑ دے گا ان کو تو وہ بھٹکا دیں گے تیرے بندوں کو، اور نہ وہ جنم دیں
گے مگر فاجروں کو، نافرمانوں کو، سخت کافروں کو۔ (۱۲)

اللہ تعالی نے نوحؑ کی دعا قبول کر لی اور ایک کشتی تیار کرانے کی ہدایت کر دی۔ کشتی تیار کرنے میں تقریباً دو سال لگے ۔جب کشتی تیار ہو گئی تو اللہ تعالی نے حضرت نوحؑ کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا۔ نوحؑ اپنے ساتھیوں سمیت دنیا کے تمام جانوروں، چرند، پرند اور حشرات الارض میں سے ایک ایک جوڑے کو کشتی میں ساتھ لے گئے۔ اللہ تعالی نے آسمان کو بارش برسانے اور زمین کو چشمے اُبالنے کا حکم دیا۔ چالیس دن تک مسلسل طوفانی بارش اور زمین سے چشموں کی شدت سے نوح علیہ السلام کی نافرمان اور سرکش قوم غرقاب ہو گئی۔ صرف کشتی میں سوار وہ لوگ جو حضرت نوحؑ پر ایمان لائے تھے، صحیح سلامت اور محفوظ رہ گئے تھے۔

چاہِ یوسف:

چاہِ یوسفؑ اشارہ ہے اس کنویں کی طرف جس میں حضرت یوسفؑ کو ان کے سوتیلے بھائیوں نے گرا دیا تھا۔ حضرت یوسفؑ، حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تھے جو کہ نہایت خوبصورت اور خوب سیرت تھے۔ حضرت یعقوبؑ کے اور بھی گیارہ بیٹے تھے جن میں سے بنیامین اور حضرت یوسف علیہ السلام دو سگے بھائی تھے اور باقی دس سوتیلے بھائی تھے۔ حضرت یعقوبؑ کو تمام بیٹوں میں حضرت یوسفؑ نہایت عزیز تھے۔ اس لیے ہر وقت اپنی نظروں کے سامنے رکھتے تھے۔

قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے نام سے ایک سورت بھی ہے، جس میں حضرت یوسفؑ کے ساتھ تمام ہونے والے واقعات تفصیل سے ذکر ہوئے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے رات کو خواب میں سورج، چاند اور گیارہ ستاروں کو اپنے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت یوسفؑ نے خواب کا ذکر اپنے والد سے کیا۔ ان کے والد حضرت یعقوبؑ خود اللہ کے سچے پیغمبر تھے ۔اس لیے انھیں پتہ چلا کہ میرے بیٹے حضرت یوسفؑ کو نبوت ملنے والی ہے۔ خواب سننے کے بعد اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے سامنے خواب کا ذکر کرنے سے منع فرمایا۔ انھیں اندازہ تھا کہ اگر یوسف کے بھائیوں کو پتہ چلا تو وہ انھیں نقصان پہنچائیں گے، لیکن گھر میں موجود یوسفؑ کی سوتیلی ماں نے سارا قصہ سنا تھا۔ سوتیلی ماں نے جب خواب کا ذکر اپنے بیٹوں سے کیا تو انھوں نے حضرت یوسفؑ کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی سازشیں شروع کیں۔ والد اپنے بیٹے یوسفؑ کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے آپ سے الگ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے سازش کے تحت اپنے والد سے یوسفؑ کو

سیر کے لیے اپنے ساتھ لے جانے کی اصرار کی۔ بھائیوں کا یوسفؑ کو ساتھ لے جانے پر والد راضی نہ تھے لیکن انھوں نے اپنے والد کو اعتماد میں لینے کے لیے بار بار اپنے بھائی کی حفاظت کی تاکید کی۔ حضرت یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے کر جنگل کی طرف چلے گئے۔ سوتیلے بھائیوں نے پہلے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو مارا پیٹا اور بعد میں کنویں میں گرا دیا۔

رام اور پانڈو:

رام کے ہمراہ چڑی رن میں تو
پانڈوں کے بھی ساتھ پھری بن میں تو

اس شعر میں الطاف حسین حالیؔ نے دیومالائی تلمیحات کا استعمال کیا ہے کہ رام اور پانڈو دونوں کو بن باس ملا لیکن زندگی سے ناامیدی ختم نہ ہوئی۔ دونوں نے اپنے ادوار کی سخت ترین لڑائیاں لڑیں۔ جس میں دونوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔

رام کا پورا نام رام چندر تھا۔ وادی گنگا کی ایک ریاست ایودھیا میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام "دشرتھ" تھا۔ رام چندر نہایت دلیر اور نیک نفس انسان تھے۔ اس لیے ہندو دیوتاؤں میں سب سے زیادہ پوجا جانے کا اعزاز انھیں حاصل ہے۔ رام چندر نے اپنے وقت میں بہت سی سختیوں اور آزمائشوں کا سامنا کیا۔ باپ کے انتقال کے بعد رام چندر ایودھیا کا راجہ بن گیا۔ ان کی بیوی کا نام سیتا تھا، جو نہایت خوبصورت تھی۔ ہر طرف اس کے حسن و شباب کے چرچے ہو رہے تھے۔ ایک مرتبہ لنکا کے راجہ راون کی نظر اس پر پڑی تو دل میں سیتا کو حاصل کرنے کا لالچ پیدا ہو گیا۔ راون نے سیتا کو حاصل کرنے کے لیے اپنا بھیس بدل کر رام چندر کی غیر موجودگی میں ان کی بیوی کو اٹھا کر لنکا لے گئے۔ رام چندر اور اس کے بھائی نے سیتا کو تلاش کرتے ہوئے ریاست کش کندھ تک پہنچ جاتے ہیں۔ کش کندھ کا سردار جس کا نام ہنومان تھا، نے دونوں بھائیوں کا نہایت احترام کیا اور سیتا کو لنکا کے راجہ راون کی قید سے آزاد کرانے کا وعدہ بھی کیا۔

رام چندر نے اپنی لشکر کو ساتھ لے کر ہنومان کی مدد سے لنکا پر حملہ کیا۔ دونوں کے مابین ایک خطرناک لڑائی شروع ہو گئی، جس میں لنکا کو شکست ہوئی اور راجہ راون کو قتل کر دیا گیا۔ رام چندر نے اپنی بیوی کو بازیاب کرا کے لشکر سمیت ایودھیا لوٹ آتے ہیں۔

پانڈو ہندو مت کی رسمی داستان ہے۔ پانڈوں کی دو بیویاں تھیں۔ دونوں بیویوں نے پانچ بیٹوں کو جنم دیا تھا۔ ان پانچ بھائیوں نے ایک ہی عورت سے شادی کی تھی جس کا نام دروپدی تھا۔ پانڈو اور کوروں کے مابین کرو مملکت کے تخت کے حصول کے لیے کیشتر اجنگ کے نام سے عظیم لڑائی لڑی گئی تھی۔ مہابھارت میں اسی جنگ کو "دھرم یودھ" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کی تمام ریاستوں نے اسی جنگ میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ میں سب سے عظیم جنگ یہ تھی۔ اس جنگ میں سینکڑوں کی تعداد میں جنگجو کھشتریوں کو مارا گیا۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کی تہذیب و ثقافت بہت متاثر ہوئی۔

اس جنگ میں پانڈونے کوروں کو شکست دی تھی۔

قیس (مجنوں):

تو نے سدا قیس کا بہلایا دل

تھام لیا جب کبھی گھبرایا دل

درج بالا شعر میں ادبی دنیا میں سب سے زیادہ مشہور داستان کی طرف اشارہ ہے، جو لیلیٰ اور مجنون کے عشق پر مبنی ہے۔ مجنوں کا اصل نام قیس تھا، جس کا ذکر شعر میں ہوا ہے۔ عرب کی مشہور سرزمین نجد میں بنو عامر قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ عامر یعنی مجنوں کے والد اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ مجنون لیلیٰ کے عشق میں دیوانگی اور جنون کی اس حد تک گرفتار ہو گیا تھا کہ لوگ اسے مجنوں یعنی پاگل کہنے لگے تھے۔

بچپن میں دونوں ایک ہی مکتب میں پڑھنے جاتے تھے اور اسی مکتب سے ہی دونوں کے عشق کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دونوں کے مابین ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور لگاؤ اتنا زیادہ ہو گیا کہ جگہ جگہ لیلیٰ اور مجنون کے عشق اور محبت کے چرچے ہونے لگے۔ دونوں کی عشقیہ داستان کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالغفار کوکب لکھتے ہیں:

> ”مجنوں کے معنی پاگل دیوانہ کے ہیں۔ ایسا شخص جو کسی کے جنون میں مبتلا ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ مجنوں کے حوالے سے مشہور رومانی داستان وابستہ ہے۔ نجد میں بنو عامر کے قبیلے کا ایک شخص ۸۰ ہجری کے لگ بھگ گزرا ہے، جو اپنے ہی قبیلے کی ایک لڑکی لیلیٰ بنت سعد پر عاشق ہوا تھا۔ قیس اور لیلیٰ نے نہ صرف بچپن اکٹھے گزارا بلکہ ابتدائی تعلیم بھی ایک ہی مدرسے میں حاصل کی۔ بچپن کی یہ انسیت باہمی محبت میں تبدیل ہو گئی۔ جس کا چرچا جلد ہی پورے قبیلے میں ہو گیا۔“[۱۳]

گاؤں اور علاقے میں خاندان کی بدنامی کے باعث گھر والوں نے لیلیٰ پر گھر سے باہر نکلنے پر پابندیاں عائد کر دیں، لیکن قیس کی بے چینی کا یہ عالم تھا کہ اسی حالت میں بھی لیلیٰ کے کوچے کا طواف کرتا رہا۔ ان پابندیوں کے باوجود دونوں باز نہ آئے تو لیلیٰ کے گھر والوں نے گاؤں چھوڑ کر نجد کے پہاڑوں میں منتقل ہو گئے لیکن ان تمام پابندیوں کے باوجود دونوں کے عشق میں شدت پیدا ہوتی گئی۔ قیس کے باپ نے بیٹے کی حالت دیکھ کر لیلیٰ سے اس کی شادی کرنے پر رضامند ہو گئے لیکن لیلیٰ کے والد کسی بھی صورت مجنون سے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ مجنون پر اس انکار کا یہ اثر ہوا کہ وہ نجد کی گلی کوچوں سے نکل کر جنگلوں اور صحراؤں کا رخ اختیار کر گیا۔ ان ریگستانی وادیوں میں ہر وقت لیلیٰ کی یاد میں آہ وزاریاں کرتا رہا۔ اُدھر لیلیٰ

بھی مجنوں کی جدائی میں دن رات آہیں بھرتی رہیں۔ اس نازک حالت میں لیلیٰ کے باپ نے بیٹی کی شادی کسی اور سے کرانے میں عافیت سمجھی اور ورد بن العقیلی سے لیلیٰ کی شادی کرا دی۔ لیلیٰ پر مجنوں کی جدائی کا یہ اثر ہوا کہ شادی کے فوراً بعد انتقال کر گئی۔ قیس کو جب لیلیٰ کی موت کی خبر ہوئی تو وہ بھی دیوانہ وار ہو کر اس قبرستان کی طرف چلا گیا جہاں لیلیٰ کی قبر تھی۔ وہاں جا کر قبر پر گر پڑا اور وہیں پر فوت ہو گیا۔

فرہاد:

ہو گیا فرہاد کا قصہ تمام
پر تیرے فقروں پہ رہا خوش مدام

اس شعر میں ایران کی شیرین فرہاد کی مشہور عشقیہ داستان کی طرف اشارہ ہے۔ فرہاد اصل میں خسرو پرویز کے دورِ حکومت میں ایک مزدور اور سنگ تراش تھا، جو اس کی بیوی شیریں کا عاشق بھی تھا۔ خسرو پرویز کو اپنی بیوی شیریں سے بہت محبت تھی۔ شیریں کو تازہ دودھ نہایت پسند تھا۔ خسرو کو جب فرہاد و شیریں کے عشق کے بارے میں پتہ چلا تو انھوں نے فرہاد کو شیریں کے حصول کے لیے کوہِ بے ستون کے پہاڑ کو تراش کر اس سے دودھ کی نہر نکالنے کی شرط رکھی، جس کو فرہاد نے قبول کر لیا۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر عبد الغفار لکھتے ہیں:

> "شیریں اور فرہاد کی مشہور رومانی داستان کا تعلق ایران سے ہے۔ شیریں ایران کے بادشاہ کے خسرو پرویز کی بیوی تھی اور فرہاد ایک سنگ تراش اور شیریں کا عاشق تھا۔ جب خسرو کو اس کے عشق کا پتہ چلا تو اس نے شیریں سے وصال کے لیے شرط عائد کی کہ اگر فرہاد کوہِ بے ستون سے اس کے محل تک نہر بنا دے تو وہ شیریں کو اس کے حوالے کر دے گا۔"[۱۴]

فرہاد پہاڑ کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ کام کے دوران جگہ جگہ تیشے سے اپنی محبوبہ شیریں کے مجسمے تراشتا رہا۔ جس سے اپنے عشق کی آگ کو ٹھنڈا کرتا رہا۔ خسرو پرویز کو جب فرہاد کی سچی محنت اور لگن کا پتہ چلا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ اب فرہاد شرط جیتنے والا ہے تو اس نے ایک مصاحب کے ذریعے فرہاد کو شیریں کی موت کی جھوٹی خبر سنا دی۔ خبر سنتے ہی فرہاد نے تیشے سے اپنے سر پر وار کیا اور وہیں پر اپنی زندگی کا خاتمہ کیا۔

ہیر رانجھا:

تو نے ہی رانجھے کی یہ بندھوائی آس
ہیر تھی فرقت میں بھی گویا کہ پاس

اس شعر میں الطاف حسین حالؔی نے پنجاب کی ہیر رانجھا کی ایک مشہور عشقیہ داستان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ رانجھا کا اصل نام ”دھیدو“ تھا، لیکن گاؤں والے رانجھا کے نام سے پکارتے تھے۔ رانجھا اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ باپ کا لاڈلا تھا۔ اس لیے بے فکری کی زندگی گزارتا رہا۔ باپ کے انتقال کے بعد بھائیوں نے جائیداد سے محروم کر کے گھر سے نکالنے پر مجبور کر دیا۔ رانجھا گاؤں سے نکل کر پھرتے پھراتے ہیر کے گاؤں سیال پہنچ جاتا ہے۔ یہاں پانی کے ایک گھاٹ پر ہیر کو دیکھ کر دونوں ایک دوسرے کے عاشق ہو جاتے ہیں۔ دونوں کے مابین عشق کا چرچا عام ہو جاتا ہے۔ ہیر کے والدین خاندان کی بدنامی سے بچنے کے لیے زبردستی سے ہیر کی شادی کہیں اور کرا دیتے ہیں۔ ہیر کی جدائی کے صدمے سے رانجھا بغل میں بانسری رکھ کر جنگلوں اور بیابان کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہاں جنگل میں اس کی ملاقات مشہور جوگی بابا گورکھ ناتھ سے ہوتی ہے اور اس کے حلقے میں شامل ہو کر خود جوگی بن جاتا ہے۔ رانجھا بھیس بدل کر الکھ جگا کر اور چمٹا بجا کر اُسی گاؤں تک پہنچ جاتا ہے، جہاں ہیر کی شادی ہوئی تھی۔ رانجھا ایک سچا عاشق ہونے کے ناطے ہیر تک پہنچ جاتا ہے۔ ہیر کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے بھاگ جاتا ہے۔

گاؤں سے نکل کر دونوں شادی کرنے کی بجائے ہیر کے گاؤں آنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ہیر کے والدین دونوں کی شادی پر رضامند ہو جاتے ہیں، لیکن عین شادی کے دن ہیر کے چچا جس کا نام کیدو تھا، نے ہیر کو کھانے میں زہر ملا دیا۔ رانجھا کو جب واقعے کی خبر ہوئی تو اس نے بھی زہر ملا کھانا کھا کر خودکشی کی۔

حور اور شرابِ طہور:

دل کو لبھاتی ہے کبھی بن کے حور
گاہ دکھاتی ہے شراب طہور

الطاف حسین حالؔی نے خوبصورت انداز میں مذہبی تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔ اُمید کے ذریعے انسان کو اس کی کامیابی کا راز بتانا چاہتے ہیں کہ اگر دنیا میں امید پر قائم رہیں تو حور اور شرابِ طہور جیسی انعامات سے آپ کو نوازا جائے گا۔ حور سے مراد گوری رنگت والی عورت ہے۔ شعر میں حور خوبصورت، نیک، پاک دامن اور اچھی خصلتوں والی عورتوں کی طرف اشارہ ہے ۔ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تعالی کے نیک بندوں کو ذوقِ تسکین اور خدمت کے لیے جنت میں حوریں ملیں گی۔

شرابِ طہور قرآنی تلمیح ہے۔ جس سے مراد پاک شراب جو بہشت میں مومنوں کو ملے گی۔ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تعالی کے نیک بندے مرنے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت میں یہی نیک بندے پاک صاف اور شفاف شراب پینے کے حقدار ہوں گے۔ قرآن مجید میں اس بارے میں ارشاد ہے:

”عَٰلِيَهُمۡ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضۡرٞ وَإِسۡتَبۡرَقٞۖ وَحُلُّوٓاْ أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٖ

وَسَقٰهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا ۲۱ (۱۵)

"ترجمہ: ان کے اوپر کی پوشاک باریک ریشم سبز اور دبیز ریشم (اطلس) اور انھیں پہنائیں جائیں گے کنگن چاندی کے، اور انھیں پلائے گا ان کا رب ایک شراب (مشروب) نہایت پاک۔"(۱۶)

سدرۃ المنتہیٰ اور طوبیٰ:

نام ہے سدرہ کبھی طوبی تیرا
اور نرالا ہے تماشا تیرا

مذکورہ شعر میں سدرہ اور طوبیٰ دو اسلامی تلمیحات کا ذکر ہوا ہے۔ سدرہ یا سدرۃ المنتہیٰ جس سے مراد بیری کا درخت ہے۔ جبرائیلؑ کے رہنے کا مقام جہاں سے کوئی بھی فرشتہ آگے جانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ واقعۂ معراج اور سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر سورۂ انجم اور احادیث مبارکہ میں بھی ہوا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ اسی درخت پر مقیم رہتا ہے اور اللہ تعالی کے پیغامات اور احکامات جوں کا توں دنیا میں پیغمبروں تک پہنچاتا ہے۔

کوثر، تسنیم اور سلسبیل:

کوثر و تسنیم ہے یا سلسبیل
جلوے ہیں سب تیرے یہ بے قال و قیل

اس شعر میں کوثر و تسنیم اور سلسبیل کی ان تلمیحات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کا ذکر اللہ تعالی نے قران پاک میں کیا ہے۔ یہ جنت کی تین مختلف نہروں کے نام ہیں۔ کوثر سے مراد حوضِ کوثر ہے۔ بہشت کی وہ نہر جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ،برف سے زیادہ ٹھنڈا، مشک سے زیادہ خوشبو دار اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے جنت میں داخل ہونے والوں کو حوضِ کوثر پیش کریں گے۔

کوثر کے بارے میں ارشاد ہے۔

إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ (۱۷)

ترجمہ: "بے شک ہم نے آپ کو عطا کیا، کوثر۔"(۱۸)

یقیناً ہم نے تجھے حوض کوثر اور بہت کچھ دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کوثر ایک جنتی نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے۔ جو میرے رب نے عطا فرمائی ہے۔ جس پر میری امت قیامت والے دن آئے گی۔ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔"

تسنیم بھی جنت میں اعلیٰ قسم کی شراب کی نہر ہے۔ جنت میں اللہ کے نیک اور پسندیدہ لوگوں کو پیش کی جائے گی۔

تسنیم شراب کی نہر کے بارے میں اللہ تعالیٰ "سورۃ المطففین" میں آیت نمبر ۲۷ میں فرماتا ہے:

"وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ "(۱۹)

ترجمہ: "اور اس کی ملونی ہے تسنیم سے "(۲۰)

سلسبیل بھی جنت کے اس چشمے کی طرف اشارہ ہے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو مختلف قسم کی انعامات سے نوازے گا۔ سلسبیل چشمے کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ١٧ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ

سَلْسَبِيلًا ١٨ "(۲۱)

ترجمہ: "اور انھیں پلایا جائے گا اس میں ایسا جام، ہو گی اس کی آمیزش سونٹھ۔

ایک چشمہ ہے اس میں، اس کا نام کہتے ہیں سلسبیل۔ "(۲۲)

یہ پانی اتنا میٹھا اور ہلکا ہو گا کہ انسان کے حلق سے آسانی کے ساتھ اتر جائے گا۔

اردو ادب میں الطاف حسین حالؔی کا سب سے اہم اور بڑا کارنامہ ان کا "مسدس مد و جزر اسلام" ہے۔ ان کی دوسری نظموں جیسے: "حبِّ وطن"، "برکھارُت"، "چُپ کی داد"، "شکوۂ ہند" اور "نشاطِ امید" کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مسدس کی طرح ان نظموں میں بھی الطاف حسین حالؔی نے مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستانیں بیان کی ہیں اور مسلمانوں کو ان کی زبوں حالی سے نکالنے کے لیے بیداری کی تلقین کی ہے۔ "نشاطِ امید" ان نظموں میں سے ایک ہے جس میں الطاف حسین حالؔی نے امید کا سہارا لیتے ہوئے مسلمانوں کو اس پستی اور ناکامی کے دلدل سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ نظم میں انھوں نے خوبصورت انداز میں تلمیحات کی صورت میں اسلاف کے کارناموں کا تذکرہ کیا ہے اور مسلمانوں کو ان کا اصل مقام و مرتبہ کا تعین کرتے ہوئے ناکامی سے کامیابی اور پُر امید مستقبل کی طرف لانے کی کوشش کی ہے۔

حواشی

۱۔ نور الحسن، نیرّ، نور الغات، ترقی اردو بیورو، دلّی، ۱۹۹۸ء، ص ۸۲

۲۔ وارث سرہندی، (مرتب): جامع علمی اردو لغت، لاہور، الجاز پرنٹر، ۲۰۱۴ء، ص ۶۰

۳۔ علی حسن، (مرتب): حسن لغات جامع اردو، لاہور، اورینٹل بک سوسائٹی، سن ندرد، ص ۴۶۷

۴۔ جمیل جالبی، (مرتب)، قومی انگریزی اردو لغت ڈکشنری، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع پنجم ۲۰۰۲ء، ص ۵۷

۵۔ شان الحق حقی، (مرتب)، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء، ص ۳۱۶

۶۔ منصف خان سحاب، نگارستان، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۴۴

۷۔ بابر حسین، سید، ڈاکٹر، (مرتب)، اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مسطلحات، بھوپال، پاشا پرنٹنگ پریس، سن ندارد، ص ۱۹

۸۔ سید تقی عابدی، ڈاکٹر، حالؔی فہمی، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۴ء، ص ۱۲۵

۹۔ شمیم فاروقی، (ترتیب و تزین) حالؔی فن اور شخصیت، ہریانہ، ساہتیہ اکادمی، چندی گڑھ (انڈیا)، ۱۹۸۶ء، ص ۸۹

۱۰۔ سید تقی عابدی، ڈاکٹر، حالؔی فہمی، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۴ء، ص ۳۷۳

۱۱۔ [۷۱:سورۃ نوح:۲۶-۲۷]

۱۲۔ [تفسیر عثمانی، ترجمہ: سورۃ نوح: آیت نمبر ۲۶-۲۷]

۱۳۔ عبد القادر، کوکب، ڈاکٹر، تلمیحات آتش، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۹۸

۱۴۔

۱۵۔ [۷۶:سورۃ الإنسان:۲۱]

۱۶۔ [تفسیر عثمانی، ترجمہ: سورۃ الإنسان: آیت نمبر ۲۱]

۱۷۔ [۱۰۸:سورۃ ال-کوثر:۱]

۱۸۔ [تفسیر عثمانی، ترجمہ:: سورۃ ال-کوثر، آیت نمبر ۱]

۱۹۔ [۸۳:سورۃ المط-ف-فین:۲۷]

۲۰۔ [تفسیر عثمانی، ترجمہ: سورۃ المط-ف-فین، آیت نمبر ۲۷]

۲۱۔ [۷۶:سورۃ الإنسان:۱۷-۱۸]

۲۲۔ [تفسیرِ عثمانی، ترجمہ: سورۃ الإنسان:۱۷-۱۸]